© rasailojaraid.com

اکٹر ظہور احمد اظہر

ابوالضلع السندی

سرزمینِ پاک کا ایک عربی شاعر

برِّعظیم پاک و ہند کا وہ علاقہ، جسے عربی اور اسلامی مآخذ میں بلادِ سندھ کے نام سے موسوم ا گیا ہے، اس بت کدۂ ہند میں مجاہدینِ اسلام کی پہلی منزل اور دینِ حق کی روشنی کی اوّلین نوں کی فرودگاہ بھی تھا اور یہاں پر صدیوں تک مختلف عربی حکومتیں قائم ہوتی رہیں اور نے تاریخی آثار چھوڑتی رہیں۔ اس عہد کا سندھ تقریباً اس تمام خطۂ پاک کا نام تھا جو ۱۹۴ میں محمد بن قاسم، محمود غزنوی اور اورنگ زیب عالمگیر کے روحانی وارثوں کے حصّے میں اور اسلامی جمہوریۂ پاکستان کے نام سے دنیا کے نقشے پر قائم و دائم ہے۔ عربوں کے عہد ومت میں خضدار سے لے کر ملتان تک علمی مراکز اور درس گاہوں کا ایک سلسلہ پھیلا ا تھا جو کئی صدیوں تک یہاں دانش کی روشنی اور علومِ عربیہ کی اشاعت کا وسیلہ بنی رہیں۔ بل، منصورہ، اُچ اور ملتان کے علمی مراکز اس وقت تک علم و دانش کی امانت کا بوجھ ماتے رہے جب تک دلّی اور لاہور نے مغلوں کے عہدِ حکومت میں یہ بارِ امانت اپنے نہیں لے لیا۔ اس عہد کی ان درس گاہوں کی تاریخ کی مختلف کڑیاں علوم و معارف خزانوں میں بکھری پڑی ہیں جنھیں جمع کر کے مربوط شکل دینا ابھی باقی ہے۔ اسی طویل سلسلے کی ایک کڑی ابوالضلع السندی بھی ہے۔

محمد بن قاسم کے ہاتھوں اسلامی فتح کے بعد اس سرزمین کے فرزندوں کی ایک بہت بڑی داد مختلف زمانوں اور مختلف شکلوں میں بلادِ عرب اور منبع اسلام کی طرف ہجرت کرتی ی۔ ان میں سے بیشتر نے سرزمین اسلام کے علمی و ثقافتی مراکز میں پہنچ کر زیورِ علم سے آراستگی ا مطمحِ نظر ٹھہرایا اور علومِ عربیہ کی تحصیل میں منہمک ہو گئے۔ ان میں سے بعض نے تو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شعر و ادب اور اسلامی علوم کی تاریخ میں بہت نمایاں اور قابلِ فخر مقام حاصل کیا۔ ابوالضلع السندی بھی اسی زمرے سے تعلق رکھتا ہے اور عربی شعر و شاعری کے تذکروں میں اس کے نام کی بھی گونج سنائی دیتی ہے۔

عجمی الاصل ہوتے ہوئے بھی ابوالضلع السندی نے عربی زبان میں کامل مہارت پیدا کی اور شعر و شاعری کے میدان میں اہلِ زبان اور اساتذۂ فن سے خراجِ تحسین وصول کیا۔ اس کی شاعری کا فصیح اور بلیغ اسلوبِ بیان اس بات کا متقاضی ہے کہ اسے ابوعطار السندی کے بعد سندھ میں عربوں کے عہدِ حکومت کا سب سے بڑا شاعر قرار دیا جائے[۱]۔ ابوالضلع السندی کی عربی دانی اور شاعرانہ عظمت کا اندازہ صرف اسی بات سے ہو جاتا ہے کہ المرزبانی، ابن الجراح اور ابو عثمان الجاحظ جیسے عظیم ائمۂ ادب نے نہ صرف اس کا تذکرہ کیا ہے بلکہ اس کے کلام کو بطور حجت و استشہاد بھی پیش کیا ہے[۲]۔

سرزمینِ سندھ کے اس عربی گو شاعر کے اصل نام کے بارے میں تذکرہ و اسماء الرجال کی کتابیں بالکل خاموش ہیں۔ وہ اپنی کنیت ہی سے متعارف تھا، یہی سبب ہے کہ المرزبانی نے[۳] اسے ان غیر معروف شعرا میں ذکر کیا ہے جو اپنے نام کے بجائے کنیت سے پہچانے جاتے ہیں۔ یہ حقیقت، کہ ابوالضلع اپنی کنیت کے ذریعے متعارف تھا اور اس کا اپنا یا باپ دادا کا نام کسی کی زبان پر نہ تھا، اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ وہ عرب نہ تھا بلکہ اصل کے لحاظ سے عجمی تھا۔ پھر اس نے اپنے اشعار میں برصغیر میں دستیاب ہونے والی جڑی بوٹیوں اور پھلوں کا ذکر کر کے اور اپنے وطن پر فخر کر کے اس حقیقت کو ثابت کر دیا ہے کہ وہ بلاشبہ سندھ کا باشندہ

---

[۱] اس بات کا فیصلہ ہونا ابھی باقی ہے کہ سندھ میں عربوں کے عہد حکومت کا، یا دوسرے لفظوں میں سندھ کے عربی گو شعرا میں سب سے بڑا شاعر کون ہے اور یہ فیصلہ اس بات پر موقوف ہے کہ عربی کا عظیم شاعر ابوالفتح کشاجم سندی الاصل تھا یا نہیں!

[۲] کتاب الحیوان ۴: ۶۴، معجم الشعرا، ص ۲۱۳، کتاب الورقہ، ص ۹۰، الفہرست، ص ۱۶۴

[۳] معجم الشعرا، ص ۲۱۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ا اور یہاں پر پیدا ہونے والے پھلوں اور جڑی بوٹیوں کا خود مشاہدہ کیا تھا، ابوالضلع کے یہ
ہا رخوش قسمتی سے زکریا بن محمد القزوینی نے بلادِ سندھ کا تذکرہ کرتے ہوئے محفوظ
دیے ہیں[۵۴]

ابوالضلع السندی بھی ابوعطا السندی کی طرح سندھی غلاموں کی شکل میں بلادِ عرب میں
پہنچا اور اپنی خداداد صلاحیت کے طفیل عربی زبان و ادب کا مطالعہ کر کے عزت و شہرت
ستحق بنا، چنانچہ ابن الندیم نے اسے غلام شعرا (الشعراء الممالیک) کے زمرے میں
کیا ہے[۵۵] اس کی ولاء (کسی کا آزاد کردہ غلام ہونا) کے بارے میں دو روایتیں ملتی
۔ ابن الجراح نے لکھا ہے کہ مجھ سے محمد بن علی بن حمزہ نے محمد بن عبد الصمد کی روایت
بیان کیا ہے کہ ابوالضلع السندی چوتھے عباسی خلیفہ موسیٰ الہادی کا مولیٰ یعنی آزاد کردہ غلام
لیکن مشہور عرب شاعر دعبل بن علی الخزاعی کا قول یہ ہے کہ وہ آلِ جعفر بن ابی طالب
موالی میں سے تھا۔ ہو سکتا ہے اس اختلاف کا سبب یہ ہو کہ موسیٰ الہادی نے ایک شاعر
نسبت پیدا کرنے کے لیے اس کی ولاء آلِ جعفر سے خریدلی ہو کیونکہ جس طرح غلام ایک
کے ہاتھ سے دوسرے مالک کے پاس فروخت ہوتے تھے اسی طرح آزاد کردہ غلاموں
ولائیا سابق آقا ہونے کی حیثیت بھی فروخت ہوتی تھی[۵۶]

ابن الجراح نے یہ بات صراحت سے لکھی ہے کہ ابوالضلع السندی بالآخر مستقل طور پر
وہیں آکر مقیم ہو گیا تھا اور اس کی وفات بھی وہیں ہوئی۔ تاریخ وفات کے بارے میں کوئی
یخ نہیں ملتی لیکن عباسی خلیفہ موسیٰ الہادی المتوفی ۱۷۰ھ کے ساتھ اس کا رشتۂ ولا اگر
ت ہے تو پھر اس کی وفات بھی دوسری صدی ہجری کے نصف آخر کے دوران ہوئی ہوگی[۵۷]
ابوالضلع کی شاعری کے اہم موضوع دو تھے: مدح اور ہجو۔ یہاں سے یہ بات بخوبی سمجھ

---

۵۴ آثار البلاد و اخبار العباد، ص ۱۲۸
۵۵ الفہرست، ص ۱۶۴ ۔ ۵۶ کتاب الورقۃ، ص ۹۱
۵۷ تاریخ الامم الاسلامیہ ۲ ۱۳۰ ، کتاب الورقۃ، ص ۹۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں آسکتی ہے کہ خلیفہ الہادی نے اس کی ولا آلِ جعفر سے اپنی مدح اور مخالفین کی ہجو کے لیے خریدی ہوگی۔ اس لحاظ سے اس کا شمار ان عرب شعرا میں ہوتا ہے جنھیں عرب نقاد اور تذکرہ نویس متکسب شعرا کا نام دیتے ہیں یعنی وہ پیشہ ور شعرا جن کا مقصد فن کی خدمت کے ضمن میں مال و دولت کا حصول بھی ہوتا ہے۔

دعبل بن علی الخزاعی کا بیان ہے کہ ابوالضلع السندی چار ہزار درہم سے کم میں شعر کہنے کے لیے تیار نہیں ہوتا تھا، اگر مدح و ستائش سے دراہم و دنانیر حاصل نہ ہوتے تو ہجوگوئی پر اُتر آتا تھا۔ ایک دفعہ وہ کسی وزیر کے دربار میں مدح سرا ہوا مگر حسبِ توقع صلہ سے محروم رہا۔ چنانچہ اس کی ہجو کہہ ڈالی جس کے دو شعر محفوظ رہ گئے ہیں:[۵۹]

ما فعل المرء فهو اهله　　کل فتی یشبهه فعله

ما احد اعجز من عاجز　　یعجز عن سنتنا فضله

۱۔ انسان جو کچھ کر پاتا ہے وہ اسی کا مستحق ہے، اور ہر نوجوان کا کارنامہ اس کی اپنی شخصیت کے مشابہ ہوا کرتا ہے۔

۲۔ اس نکمے سے بڑھ کر کوئی بے بس نہ ہوگا جو اپنے مال میں سے ہماری حاجت روائی سے بھی عاجز رہا۔

عرب شعرا کی ہجوگوئی بعض اوقات فحش گوئی اور گالی گلوچ کا رنگ اختیار کر لیتی ہے الحطیئہ اور المتنبی کے علاوہ عباسی عہد کے بے شمار شعرا کے ہاں فحش ہجوگوئی کا عنصر فراوانی کے ساتھ موجود ہے، ابوالضلع بھی اپنے عہد کے ہجوگو شعرا سے کسی طرح پیچھے نہیں رہا۔ ابن الجراح نے اس کی فحش ہجوگوئی کا بھی ایک نمونہ درج کیا ہے جو ترجمہ کے بغیر درج کیا جاتا ہے:[۶۰]

ان ابا بدر به علة　　لیست تداوی بدوا المرضی

حرارة فی سفله ما لها　　شیء یطفیها سوی القشا

اسی نوع کے یہ دو اشعار بھی بلا ترجمہ صرف عربی دان ذوق کے لیے حاضر ہیں۔

---

[۵۸] کتاب الورقة، ص ۹۰ تا ۹۱　[۵۹] ایضاً　[۶۰] ایضاً

© rasailojaraid.com

Accession 8222.8.82
Date 7.4.

يَا فَقْعَةَ ابْنِ الوَجِيهِ أَصْبَحْتَ آثِرًا تِيهِي
لَوْ لَا الْبِغَاءُ لَأَضْحَى وَمَا لَهُ مِنْ شَبِيهِ

ابن الندیم نے ابو الضلع السندی کو صاحب دیوان شاعر قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کا مجموعۂ اشعار تیس ورق یعنی ساٹھ صفحات پر مشتمل تھا[۱۱]۔ ابن الجراح نے ابو الضلع کی شاعری پر رائے زنی کرتے ہوئے دو لفظ استعمال کیے ہیں جن سے اس عجمی الاصل شاعر کے لفظی اسلوب کا حسن اور معنوی انداز ہمارے سامنے نکھر کر آجاتا ہے، وہ لکھتا ہے: وَكَانَتْ لَهُ أَشْعَارٌ فِصَاحٌ مِلَاحٌ[۱۲] یعنی اس کے اشعار فصاحت و ملاحت کا رنگ لیے ہوئے تھے۔

ابو الضلع السندی شعر گوئی کے ساتھ ساتھ شعر فہمی اور سخن شناسی کا ذوق بھی رکھتا تھا۔ وہ دوسروں کے کلام پر رائے زنی کے علاوہ اپنے اشعار پر بھی تنقیدی رائے کے اظہار سے نہیں ہچکچاتا تھا۔ اس سلسلے میں الجاحظ نے ایک دلچسپ واقعہ نقل کیا ہے: وہ لکھتا ہے کہ مجھ سے ابو الحسن المدائنی نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ مشہور عربی شاعر جریر خلیفہ ہشام بن عبد الملک کے پاس آیا تو وہاں الحضرمی بھی موجود تھا۔ وہ حاضرین مجلس سے کہنے لگا کیا ہم میں سے کوئی جریر کو گالی دینے کی جرأت کر سکتا ہے؟ سب لوگوں نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے نفی میں جواب دیا، تب الحضرمی نے کہا: اچھا میں اسے گالی دیتا ہوں اور دیکھنا وہ اس کو برا ماننے کے بجائے ہنسنے لگے گا اور خوش ہوگا۔ چنانچہ جریر کے پہنچتے ہی الحضرمی نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا: تو کیا تم جریر ہو؟ اس نے جواب دیا: ہاں! الحضرمی نے کہا: تو پھر خدا تجھ سے ہمیں دور رکھے اور تیری شکل بھی نہ دکھائے! ارے کتے!... اتنی بات پر جریر غصے سے پھولنے لگا، مگر الحضرمی نے اپنی بات مکمل کرتے ہوئے کہا: یار! اس شرافت، فضیلت اور پاک دامنی کے باوجود تو نے اس نکمے بندر یعنی الفرزدق کی ہجو سہنا کیونکر گوارا کر لیا؟ الحضرمی کی یہ بات سن کر جریر خوشی سے ہنسنے لگا! الجاحظ کہتا ہے کہ جب یہ واقعہ ابو الضلع السندی کو سنایا گیا تو وہ کہنے لگا: جریر کی اس حماقت سے تو

---

[۱۱] الفہرست، ص ۱۶۴ [۱۲] کتاب الورقة، ص ۱۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میرے یہ اشعار زیادہ عجیب اور انوکھے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ بخیلوں کی نسبت اپنے آپ کو بڑی گالی دے بیٹھا ہوں، سنو یہ اشعار[۱۳]

لَا تَرَى بَيْتَ هِجَاءٍ   أَبَدًا يُسْمَعُ مِنِّي
اَلْهِجَا أَرْفَعُ مِمَّنْ   قَدْرُهُ يَصْغُرُ عَنِّي

۱۔ تو اے بخیل انسان! میری زبان سے کبھی ہجو کا ایک شعر بھی نہ سن پائے گا۔

۲۔ بات یہ ہے کہ ہجو بھی اس انسان سے بہتر و برتر ہے جس کا مرتبہ مجھ سے بھی کم تر ہے۔

اس دوسرے شعر میں شاعر یہ کہنا چاہتا ہے کہ ہجو یہ اشعار بھی بخیل سے بہتر ہیں، وہ اس التفات شاعرانہ کا بھی سزاوار نہیں، لیکن ساتھ ہی خود کو بھی ان بخیلوں سے کم تر تسلیم کر بیٹھا ہے! یہ جرأتِ رندانہ ہے کہ شاعر اپنے عیب سے بھی چشم پوشی کے لیے تیار نہیں، ساتھ ہی اس بات سے اس کے بلند ذوقِ تنقید کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

موت ہر زندہ اور ذی روح کا انجام ہے، یہ ایک ایسی تلخ حقیقت ہے جس سے مفر کی کوئی صورت نہیں۔ مرنے والا پس ماندگان کو ایک دردناک غم دے جاتا ہے۔ وہ اس غم سے کراہتے بھی ہیں اور اس سے تسلی پانے کی راہوں کے بھی متلاشی ہوتے ہیں۔ شعرا نے موت کی اس تلخ اور ناگزیر سچائی کو صبر و استقلال سے قبول کرنے کی تلقین کر کے تسلی و تشفی کا سامان فراہم کرنے کی کوشش کی ہے۔ ابو الضلع السندی نے بھی اس تلخ اور ناگزیر سچائی کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے اور مرنے والے کے پس ماندگان کو صبر و تحمل کی تلقین کی ہے۔ اس سلسلے میں اس کے دو شعر ابن الجراح کو عبد الصمد بن موسیٰ بن محمد بن ابراہیم الامام کے توسط سے پہنچے ہیں۔ شاعر موت سے نہ گھبرانے اور دنیا سے کوچ کرنے کے غم کو خاطر میں نہ لانے کی یوں تلقین کرتا ہے[۱۴]

يَا نَفْسُ صَبْرًا لَا تَهْلِكِي يَأْسًا   قَدْ فَارَقَ النَّاسُ قَبْلَكِ النَّاسَا
صَبْرًا جَمِيلًا فَلَسْتِ أَوَّلَ مَنْ   أَوْرَثَهُ الظَّاعِنُونَ دِمَشْوَاسَا

---

۱۳ کتاب الورقہ، ص ۹۱۔ کتاب الحیوان ج ۱، ص ۲۶۴ ۱۴ کتاب الورقہ، ص ۹۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ر کر چلے ہی گئے ہیں۔ / ۔ اے نفس! صبر سے کام لے، مایوسی میں ہلاک نہ ہو، تجھ سے پہلے بھی تو کئی لوگ اپنے متعلقین

۲۔ صبرِ جمیل سے کام لے، کیونکہ تو ہی پہلا شخص نہیں جسے کوچ کر جانے والوں کی پریشانی اور

ری ورثے میں ملی ہے۔

ابو الضلع السندی کا ایک لامیہ قصیدہ بھی دستیاب ہے جو اس نے بحرِ ہزج میں نظم کیا ہے۔
قصیدے میں شاعر برِ عظیم پاک و ہند کے مرتبہ و فضیلت کے منکرین پر حیرت کا اظہار
نے ہوئے اسے جہل و حماقت سے تعبیر کرتا ہے اور سرزمین ہند جو قیمتی موتی، جواہرات،
بیات، ثمرات، اشجار و ازہار، حیوانات و طیور اور دیگر اشیا پیدا کرتی ہے، ان کی تفصیل
ں کرتا ہے۔ یہ قصیدہ اگرچہ جغرافیائی معلومات اور زمینی پیداوار کی تفصیل پیش کرتا ہے
ں حُبِ وطن، اسلوبِ لفظی کے حسن و جمال اور غرائب اللغہ کا ایک ایسا مرقع پیش کرتا
ہے جو اس کے ادبی مقام اور علمی اہمیت کا احساس دلانے کے لیے کافی ہے۔ نیز یہ قصیدہ
ں ابو الضلع کے وطنِ اصلی کی تعیین کے بارے میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑتا
ں اپنے وطن کی زرخیز زمین کے بارے میں اس کی صحیح اور گہری واقفیت کا بھی پتا دیتا
ہے۔ پندرہ اشعار پر مشتمل یہ قصیدہ القزوینی نے بلادِ سندھ کے تذکرے کے ضمن میں
ل کیا ہے۔[1]

لَقَدْ اَنْکَرَ اَصْحَابِیْ ... وَمَا ذٰلِکَ بِالْاَمْثَلْ
اِذَا مَا مُدِحَ الْهِنْدُ ... وَسَهْمُ الْهِنْدِ فِی الْمَقْتَلْ
لَعَمْرِیْ اَنَّهَا اَرْضٌ ... اِذَا الْقَطْرُ بِهَا نَزَلْ
یَصِیْرُ الدُّرُّ وَالْیَاقُوْ ... تُ وَالدُّرُّ لِمَنْ یَعْطَلْ
فَمِنْهَا الْمِسْکُ وَالْکَافُوْ ... رُ وَالْعَنْبَرُ وَالْمَنْدَلْ
وَاَصْنَافٌ مِنَ الطِّیْبِ ... لِیَسْتَعْمِلَ مَنْ یَتْفَلْ

---

[1] آثار البلاد و اخبار البلاد، ص ۱۲۸

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وَأنوَاعُ الأفَاوِيهِ — وَجَوزُ الطّيبِ وَالسُّنبُلْ
وَمِنهَا العَاجُ وَالسَّاجُ — وَمِنهَا العُودُ وَالصَّندَلْ
وَأنَّ التُّوتِيَا فِيهَا — كَمِثلِ الجَبَلِ الأطوَلْ
وَمِنهَا الببرُ وَالنَّمِرُ — وَمِنهَا الفِيلُ وَالدّغفَلْ
وَمِنهَا الكُركُ وَالبَبغَا — وَالطَّاؤسُ وَالجَوزَلْ
وَمِنهَا شَجَرُ الرَّانِج — وَالسَّاسِمِ وَالفُلفُلْ
سُيُوفٌ مَالَهَا مِثلٌ — قَدِ استَغنَتْ عَنِ الصَّيقَلْ
وَأرمَاحٌ إذَا مَا هُزَّتْ — اهتَزَّ بِهَا الجَحفَلْ
فَهَل يُنكِرُ هَذَا الفَضلَ — إلّا الرَّجُلُ الأحوَلْ

۱۔ میرے ساتھیوں نے انکار کیا ہے، حالانکہ یہ بات مناسب نہیں ہے۔
۲۔ جب کبھی ہند کی تعریف کی جاتی ہے اور ہندوستان کا تیر تو مقتل پر صحیح نشانے پر لگتا ہے۔
۳۔ مجھے اپنی عمر کی قسم! یہ ایک ایسی سرزمین ہے کہ جب اس میں بارش نازل ہوتی ہے تو یہ خوب نکھر جاتی ہے۔
۴۔ یہاں پر موتی اور یاقوت ہوتے ہیں جو زیور سے محروم کے لیے زینت کا باعث ہیں۔
۵۔ اسی سرزمین میں مشک، کافور، عنبر اور عطر ہوتے ہیں۔
۶۔ خوشبو کی دیگر اقسام بھی ہوتی ہیں جنھیں جی متلانے والے استعمال کر سکتے ہیں۔
۷۔ قسم قسم کے پان، خوشبودار ناریل اور سنبل بھی یہاں پیدا ہوتے ہیں۔
۸۔ اسی سرزمین میں ہاتھی دانت اور ساگوان، عود اور صندل بھی پیدا ہوتا ہے۔
۹۔ اسی خطۂ زمین میں توتیا پیدا ہوتا ہے جو لمبے پہاڑ کی مانند ہوتا ہے۔
۱۰۔ شیر، چیتا، ہاتھی اور بھیڑیا بھی یہاں پایا جاتا ہے
۱۱۔ سارس، مینا، مور اور کبوتر بھی یہیں پیدا ہوتے ہیں
۱۲۔ یہی سرزمین ہے جہاں پر مہندی کا درخت، تل اور مرچ پائی جاتی ہے۔
۱۳۔ یہاں پر ایسی تلواریں بنتی ہیں جن کی مثال نہیں ملتی، جو صیقل کرنے سے بھی بے نیاز ہوتی ہیں۔
۱۴۔ یہاں کے نیزے ایسے ہیں کہ جب وہ لہرائے جاتے ہیں تو بڑے بڑے لشکر بھی لرز جاتے ہیں۔
۱۵۔ [illegible]

© rasailojaraid.com